www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تحقیق و تنقید

پروفیسر طیب شاہین لودھی

قسط ۴ (آخری)

مسلک اہل حدیث کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا ازالہ

۳۔ جمہور اہلِ اصول کا اس امر پر اتفاق ہے کہ عمل بالحدیث تقلید کے زمرے میں نہیں آتا۔ چنانچہ صاحبِ "فواتح الرحموت" فرماتے ہیں:

"فَالرُّجُوْعُ إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ أَوْ إِلَى الْإِجْمَاعِ لَيْسَ مِنْهُ فَإِنَّهُ رُجُوْعٌ إِلَى الدَّلِيْلِ وَكَذَا رُجُوْعُ الْعَامِّ إِلَى الْمُفْتِيْ وَالْقَاضِيْ إِلَى الْعُدُوْلِ لَيْسَ هٰذَا الرُّجُوْعُ نَفْسُهُ تَقْلِيْدًا" [۴۱]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماعِ اُمت کی طرف رجوع کرنا تقلید شمار نہیں ہوتا کیونکہ یہ دلیل کی طرف رجوع ہے۔ اسی طرح ایک عامی کا مفتی کی طرف، اور قاضی کا عادل گواہ کی طرف، رجوع کرنا فی نفسہٖ تقلید نہیں ہے۔"

علامہ سیف الدین الآمدی رقمطراز ہیں:

"فَالرُّجُوْعُ إِلَى قَوْلِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِلَى مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعَصْرِ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ وَرُجُوْعُ الْعَامِّ إِلَى قَوْلِ الْمُفْتِيْ وَكَذٰلِكَ عَمَلُ الْقَاضِيْ بِقَوْلِ الْعُدُوْلِ لَا يَكُوْنُ تَقْلِيْدًا لِعَدَمِ عُرُوْقِهٖ عَنِ الْحُجَّةِ الْمُلْزِمَةِ" [۴۲]

۴۱ے فواتح الرحموت جلد ۲ ص ۴۰۰

۴۲ے الاحکام فی اصول الاحکام جلد ۴ ص ۲۹۷

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور اس قول کی طرف رجوع کرنا جس پر تمام اہلِ عصر مجتہدین کا اجماع ہو چکا ہو، عام آدمی کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا، اور اسی طرح قاضی کا عادل گواہ کی شہادت پر عمل کرنا تقلید نہیں۔ کیونکہ یہ (مذکورہ صورتیں) عمل لازم کرنے والی دلیل سے خالی نہیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ "المسودۃ" میں فرماتے ہیں:

"فَلَیْسَ الْمَصِیْرُ اِلَی الْاِجْمَاعِ تَقْلِیْدًا لِاَنَّ الْاِجْمَاعَ دَلِیْلٌ وَکَذٰلِکَ یُقْبَلُ قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یُقَالُ هُوَ تَقْلِیْدٌ بِخِلَافِ فُتْیَا الْفَقِیْہِ"[43]

"اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ اجماع خود دلیل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قبول کیا جاتا ہے اور یہ تقلید کے زمرے میں نہیں آتا بخلاف فقیہ کے فتویٰ کے۔"

علامہ شوکانی "ارشاد الفحول" میں لکھتے ہیں:

"یَخْرُجُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْعَمَلُ بِالْاِجْمَاعِ وَرُجُوْعُ الْعَامِّ اِلَی الْمُفْتِیْ وَرُجُوْعُ الْقَاضِیْ اِلٰی شَہَادَۃِ الْعُدُوْلِ"[44]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور اجماع پر عمل کرنا نیز ایک عامی کا مفتی اور قاضی کا عادل گواہ کی طرف رجوع کرنا تقلید سے خارج ہے۔"

آگے چل کر علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

"یَخْرُجُ عَنْ ذٰلِکَ قَبُوْلُ رِوَایَۃِ الرُّوَاۃِ فَقَدْ دَلَّ الدَّلِیْلُ عَلٰی قَبُوْلِہَا وَوُجُوْبِ الْعَمَلِ بِہَا وَاَیْضًا لَیْسَتْ قَوْلَ الرَّاوِیْ بَلْ قَوْلَہٗ مَنْ رَوٰی عَنْہُ اِنْ کَانَ مِمَّنْ تَقُوْمُ بِہِ الْحُجَّۃُ"[45]

---

[43] بحوالہ المدخل الی مذہب الامام احمد لابن بدران ص ۳۸۹

[44] ارشاد الفحول ص ۲۶۵

[45] ارشاد الفحول ص ۲۶۵

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"اسی طرح راویوں کی روایت کو قبول کرنا تقلید کے زمرے سے خارج ہے۔ کیونکہ دلیل اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ نیز روایت درحقیقت راوی کا اپنا قول تو نہیں، یہ تو اس ہستی کا قول ہے جس سے اس نے یہ قول روایت کیا ہے۔ اگر اس کا قول حجت شمار ہوتا ہے۔"

اہلِ علم کے نزدیک عامی سے مراد وہ شخص ہے جس میں اجتہاد کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ عالمِ غیر مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن وسنّت کی نصوص کے معانی ومفاہیم سمجھتا ہے مگر اس میں اجتہاد کی اہلیت اور شرائط مفقود ہوں۔

۲۔ عامی محض۔ وہ شخص ہے جو کسی سے پوچھے بغیر دین کے احکام معلوم نہیں کر سکتا۔

پہلی قسم کا عامی اگر خود اپنے مطالعے سے اور دوسری قسم کا عامی کسی بھی عالم سے پوچھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرے تو اس کے لیے جائز ہے اور یہ تقلید کے زمرے میں نہیں آتا۔ صحاح ستہ کی احادیث عام طور پر اور صحیحین کی بہت سی مرویات خاص طور پر عمل کے لحاظ سے مستفیض اور امت کی تلقی بالقبول کی وجہ سے تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اور جمہور علماء کے نزدیک علمِ قطعی کا فائدہ دیتی ہیں۔ ان میں منسوخ اور متعارض احادیث نہ ہونے کے برابر ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"چنانچہ صحیحین کی بہت سی احادیث کے متونِ حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک لفظی اعتبار سے متواتر ہیں، اگرچہ ان کے سوا دوسرے لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ لہٰذا صحیحین کی احادیث کے اکثر متون ایسے ہیں جن کے متعلق علمائے حدیث قطعی طور پر جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کیونکہ کبھی تو یہ حدیث ان کے ہاں متواتر ہوتی ہے۔ اور کبھی اس بنا پر اس کے تواتر کا یقین ہوتا ہے کہ اُمّت نے متفقہ طور پر اس کی صحت کو قبول کیا ہے"[۴۶]

[۴۶] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد ۱۸ ص ۴۱

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ایک اور مقام پر ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

"صحیح مسلک یہ ہے جس پر اہل علم کی اکثریت گامزن ہے کہ کبھی تو خبر دینے والوں کی کثرت سے علم (یقینی) حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی خبر دینے والوں کی صفات' ان کی دینداری اور ان کے ضبط اور حافظہ کی وجہ سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ کبھی ایسے قرائن علم یقینی کا باعث بنتے ہیں جو اس خبر کا احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ کبھی خبر کے ایک ٹکڑے کے متعلق علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے کے متعلق نہیں ہوتا۔ نیز وہ خبر جس کی صحت کی تصدیق کرتے ہوئے یا اس کے موجبات پر عمل کرتے ہوئے ائمہ حدیث نے اسے قبول کیا ہو' سلف وخلف کے جمہور علماء کے ہاں علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ یہ بھی متواتر کے معنی میں شمار ہوتی ہے۔ البتہ اہل علم ایسی حدیث کو "مشہور" اور "مستفیض" کے زمرے میں لے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ احادیث کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں: متواتر' مشہور اور خبر واحد۔ اگر یہ تقسیم اسی طرح ہو تب بھی صحیحین کے اکثر متون معلوم اور ان کی صحت متفق علیہ ہے۔ جن کی صحت کو علمائے حدیث نے قبول کیا ہے اور وہ ان کی صحت پر متفق ہیں۔ اگر تمام فقہاء کسی حکم پر متفق ہو جائیں تو ان کا اتفاق حجت ہے۔ خواہ ان کی دلیل خبر واحد قیاس یا کوئی عموم ہو۔ اسی طرح علمائے حدیث جب کسی حدیث کی صحت پر متفق ہو جاتے ہیں تو اس سے علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انفرادی طور پر ان سے غلطی کا جواز ہے مگر ان کا اجماع خطاء سے معصوم ہے۔"[۴۳]

ایک مقام پر ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں :

"خبر واحد' جس کو اہل علم کے ہاں قبولیت حاصل ہو' اصحاب امام ابوحنیفہؒ ، اصحاب امام مالکؒ، اصحاب امام شافعیؒ اور اصحاب امام احمدؒ کے نزدیک علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ یہی مذہب امام ابوالحسن الاشعری کے اکثر اصحاب کا ہے۔ مثلاً ابن فورکؒ اور اسفرائینیؒ وغیرہ۔ اگرچہ یہ حدیث فی نفسہٖ

---

[۴۳] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد ۱۸ ص۴۸

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"علم یقینی کا فائدہ نہیں دیتی تاہم محدثین کا قبول کرنے پر اجماع کر لینا ایسے ہی ہے جیسے (کسی فقہی حکم پر) فقہاء کا اجماع۔"[۴۸]

علامہ ابن کثیرؒ "مقدمہ ابن الصلاح" کے اختصار میں لکھتے ہیں:

"اُمت نے ان دونوں کتابوں کی صحت کو قبول کیا ہے، سوائے چند مقامات کے، جن پر بعض حفاظِ حدیث نے تنقید کی ہے۔ مثلاً دارقطنیؒ وغیرہ! اس سے ابن الصلاح نے یہ استنباط کیا ہے کہ صحیحین کی احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں۔ کیونکہ امت کا اجماع خطاء سے معصوم ہے۔ جس چیز کو امت صحیح سمجھتی ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ (حدیث کی صحت پر اُمت کے اجماع سے یہ نتیجہ) لابدی ہے کہ حدیث نفس امری میں صحیح ہو گی۔"[۴۹]

ترقی کے اس دور میں جبکہ صحیحین اور دیگر کتبِ صحاح کی اشاعت عام ہے، ایک پڑھے لکھے عامی کو ان احادیث پر عمل کرنا چاہیئے اور عامی محض کو کسی عالم سے پوچھ کر حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ گزشتہ سطور میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ روایتِ حدیث پر عمل کرنا تقلید کے زمرے میں نہیں آتا۔ علامہ محمد حیات سندھیؒ رقمطراز ہیں:

"رہا وہ عامی شخص جو عالم ہے اور قرآن وسنت کی نصوص کے معنی جانتا ہے اور درایت بھی رکھتا ہے (اگرچہ وہ مجتہد نہیں) اس کو محدثین کی طرف سے یا ان کی ثقہ، مشہور اور متداول کتب سے کوئی حدیث پہنچ جاتی ہے، تو اس کے لیے اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ حدیث اس کے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ رہا قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ "عامی پر فقہاء کی اقتداء لازم ہے" تو اس سے مراد وہ عامی محض ہے جو احادیث کے معانی وغیرہ نہیں جانتا۔"[۵۰]

مشہور مفسر علامہ اصفہانیؒ کے حوالے سے، علامہ صالح بن محمد فلانی امام ابنِ دقیق العیدؒ سے

۴۸؎ مجموع فتاوی ابن تیمیہؒ جلد ۱۸ ص۴۱

۴۹؎ اختصار علوم الحدیث (مع الباعث الحثیث) لابن کثیرؒ ص۳۵ مقدمۃ ابن الصلاح ص۲۴ ص۲۵

۵۰؎ ایقاظ ہمم اولی الابصار للفلانی ص۳۵

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نقل کرتے ہیں :

"جو اہلِ علم عامی کے اجتہاد کے قائل ہیں اُن کے نزدیک عامی کا اجتہاد یہ ہے کہ اس زمانے میں جبکہ ایسا فتوٰی غالب آگیا جو کہ غیر معصوم بشری اختیارات و اجتہادات بلکہ مختلف اور متضاد اجتہاد کی بنیاد پر دیا جاتا ہے ـــ جب وہ کسی مفتی سے سوال کرے تو اس طرح پوچھے "کیا اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم اسی طرح ہے ؟" اگر وہ کہے "ہاں" تو اس پر عمل کرے اور اس سے زیادہ بحث و تمحیص اس پر واجب نہیں۔ اور مفتی کے لیے بھی ضروری نہیں کہ وہ کسی آیت یا حدیث یا استخراجِ مسئلہ کا حوالہ دے۔ اور اگر وہ کہتا ہے کہ "یہ میری رائے ہے" یا "فلاں شخص کی رائے ہے یا اس کا مذہب ہے" اور وہ فقہاء میں سے کسی معین شخص کا نام لے یا اسے اس سوال پر جھڑک دے یا خاموش ہو جائے تو اس عامی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی اور عالم سے مسئلہ پوچھ لے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلہ دے "[۱۵]

ہماری نظر میں مفتی کے لیے اپنے فتوے کے بارے میں "یہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم ہے" کہنا صرف اسی وقت جائز ہے جب اس کے پاس نصِ ناطق ہو یا کسی متفق علیہ اصول کے مطابق اس کا استخراج کیا گیا ہو اور اس کی دلیل نہایت قوی ہو۔ اگر اس نے کسی استحسان، مصالح مرسلہ، کسی صحابی کے قول یا کسی امام کی تقلید یا قیاس اور اجتہاد سے یہ فتوٰی دیا ہو تو اسے "اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم" قرار دینا جائز نہیں۔ شریعت صرف قرآن و سنت کی واضح نصوص کا نام ہے۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ جب کسی عامی کو حدیث کی صحت کا یقین ہو اور اسے معلوم ہو جائے کہ یہ صحیحین یا صحاح کی حدیث ہے تو اس کو بلا جھجک عمل کرنا چاہیئے۔ اس حدیث پر عمل کو اس شرط سے مقید کرنا جائز نہیں کہ چونکہ اس حدیث پر فلاں امام نے عمل نہیں کیا لہٰذا میں اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ یہ نظریہ درحقیقت احادیثِ صحیحہ کو کسی امام کے عمل پر پیش کرتا ہے،

[۱۵] ایقاظ ہمم اولی الابصار ص ۳۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جو انتہائی گمراہ کن نظریہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :

"ان کے قول میں تحقیق یہ ہے کہ صوفی کا کوئی مذہب نہیں۔ وہ اپنے مذہب کی اُن روایات کو عمل اور التزام کے لیے اختیار کرے جو زیادہ محتاط اور صحیح احادیث کے موافق ہوں، خواہ یہ روایات اس کے مذہب کی مشہور اور ظاہر روایات نہیں ہیں" [۵۲]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پوچھا گیا کہ "کسی مجتہد کی پیروی کرنے والا کوئی ایسی صحیح حدیث پاتا ہے جو اس کے مذہب کے خلاف ہے، کیا وہ اس پر عمل کرے اور اپنے مذہب کو چھوڑ دے؟"

انہوں نے جواب دیا" اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ متقدمین کہتے ہیں کہ متبوع اور مقتدیٰ تو درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپؐ کے سوا باقی سب تابع ہیں۔ اور یہ جان لینے کے بعد کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے، آپؐ کے علاوہ کسی اور کی متابعت کرنا غیر معقول ہے۔" [۵۳]

علامہ ابوالحسن سندھی رحمۃ اللہ علیہ "فتح القدیر" کے حواشی میں، فتح القدیر کی اس عبارت، کہ "عامی کے بارے میں حکم یہ ہے کہ وہ مفتی کے فتویٰ پر عمل کرے" پر لکھتے ہیں :

"اس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ عامی کے لیے کسی معین مذہب کو اختیار کرنا لازم نہیں، کیونکہ وہ اولیٰ وافضل کو معلوم نہیں کر سکتا۔ ورنہ اس میں خواہشِ نفس کا شائبہ ہو گا۔ جیسا کہ آج کل عوام کا حال ہے ..... تو اس بارے میں اس پر واجب یہ ہے کہ وہ کسی بھی قابلِ اعتماد عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" اس طرح انہوں نے "البحر المحیط" سے طویل کلام نقل

---

[۵۲] ایقاظ ہمم اولی الابصار ص۵۵

[۵۳] ایقاظ ہمم اولی الابصار ص۵۵

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعد فرمایا ہے: "اس سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب بغیر کسی مذہب کی قید کے اپنے قابلِ اعتماد مفتی کے فتویٰ پر ہے۔"[۵۴]

ان طویل اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ ایک عامی کو جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صحیح حدیث موجود ہے تو اسے بلا تأمل اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ اور اس کا حدیث پر عمل کرنا تقلید کے زمرے میں نہیں آئے گا، بلکہ یہ اتباع کہلائے گا۔ امامِ اہلِ سنّت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اتباع کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں، میں نے اُن کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اتباع یہ ہے کہ کوئی شخص اس چیز کی پیروی کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ پھر اس کے بعد تابعینؒ کے بارے میں اسے اختیار ہے۔"[۵۵]

کوئی بھی عام پڑھا لکھا شخص بخاری مسلم وغیرہ کی احادیث پر نہایت آسانی سے عمل کر سکتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کی جا رہی ہے کہ قرآن و سنّت ان کے فہم سے بالاتر ہے۔ بالخصوص یہ طرزِ عمل صحیحین کی احادیث کے بارے میں ہے۔ مزید حیرت یہ کہ یہ لوگ صحیحین اور دیگر صحاح کی احادیث پر عمل کرنے سے روکتے ہیں مگر اس کے برعکس یہاں کے اہلِ بدعت نے اپنی بدعات، قبر پرستی اور شرک پر مبنی عقائد کی تائید کے لیے ہزاروں ضعیف اور موضوع روایات پھیلا رکھی ہیں، یہ اپنی کسی بدعت کی تائید میں خدا جانے کہاں کہاں سے اس قسم کی روایات ڈھونڈ لاتے ہیں، پھر ان احادیث میں نکتہ آفرینیوں اور موشگافیوں کے لیے "پکی روٹی" پڑھے، دو رکعت کے امام بھی مجتہدِ مطلق بن بیٹھتے ہیں۔ اور ایسے ایسے نکتے نکال لیتے ہیں کہ حدیث گھڑنے والوں کے بھی وہم و گمان میں نہ ہو گا کہ ان کے بعد آنے والے ان کے متبعین اس قدر ذہین ہوں گے ۔۔۔ پچاس، سو سال بعد ان کی یہی بدعات "اُمت کا اجتماعی تعامل" اور "اجماع" کا روپ دھار لیں گی۔ اس طرح یہ بدعات شریعت بن جائیں گی۔ اس وقت نہ ہم ان بدعات کی

---

۵۴ بحوالہ ایقاظ ہمم اولی الابصار ص۵۷

۵۵ ایقاظ ہمم اولی الابصار ص۱۱۳

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تردید کر سکیں گے نہ خواجہ صاحب! کیونکہ یہ "سوادِ اعظم" کا مسلک بن چکا ہو گا۔

دنیائے اسلام کے تمام شہروں اور بستیوں میں مقلدین حضرات روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے معاملات میں قرآن و سنت کے احکام معلوم کرنے کے لیے آخر کسی نہ کسی عالم سے مسائل پوچھتے ہیں۔ ہر شہر اور ہر بستی میں مجتہد کا وجود محال ہے۔ اب مسئلہ بتانے والا عالم یا تو خود اپنی طرف سے اجتہاد کرے گا یا اپنے امام کا مسلک روایت کر دے گا۔ پروفیسر صاحب کے نقطۂ نظر سے اجتہاد تو اس کے لیے شجرِ ممنوعہ ہے، اب وہ عامی کس کی تقلید کرے گا؟ وہ اس عالم کی تقلید مقلدین کے مسلک کے مطابق کر نہیں سکتا، کیونکہ وہ مجتہد نہیں ہے۔ مقلدین کے نقطۂ نظر سے جب یہ عامی اس مقلد عالمِ فقہ کے روایت کردہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کرتا ہے تو درحقیقت وہ گاؤں یا شہر کے اس عالمِ فقہ کی تقلید نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے امام ہی کی تقلید کرتا ہے اور اس مقلد عالمِ فقہ نے اس کے سامنے اس کے امام کا مذہب یا اس کی رائے روایت کی ہے۔

اسی طرح جب ایک عام اہلِ حدیث کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھتا ہے اور وہ عالم اس کو جواب میں بخاری یا مسلم کی حدیث سنا دیتا ہے تو یہ اس عالم کی تقلید شمار نہ ہو گی۔ کیونکہ وہ عالمِ حدیث تو اس عامی کے سامنے حدیث روایت کر رہا ہے۔ نیز عامی دلیل کی اتباع کر رہا ہے۔ لہٰذا یہ اتباع درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہو گی۔

نیز امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عام طور پر حماد بن ابی سلیمانؒ سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ شہاب زہریؒ، ہشام بن عروہؒ اور نافعؒ وغیرہم سے حدیث قبول کی ہے، اگر محض حدیث روایت کرنے سے امام ابوحنیفہؒ حمادؒ کے مقلد نہیں، اور امام مالکؒ زہریؒ، ہشامؒ اور نافعؒ کے مقلد نہیں کہلا سکتے، تو کسی عالمِ حدیث سے حدیث پوچھنے والا عامی اہلِ حدیث اس عالم کا مقلد کیسے کہلا سکتا ہے؟ ــــ وہ تو اس روایتِ حدیث کا پابند ہے۔ اور روایت پر عمل کرنا بالاتفاق تقلید کے زمرے میں نہیں آتا۔

یہ تو تھے عام مسائل! ــــ رہے مشکل مسائل، تو ان میں اہل حدیث عوام ایسے صاحبِ فتویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں جس میں فتویٰ دینے کی مطلوبہ شرائط اور اہلیت موجود ہوتی ہے۔ جبکہ گزشتہ صفحات میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ مفتی کی طرف رجوع کرنا تقلید کے زمرے میں نہیں آتا۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہم جناب پروفیسر ابو الکلام خواجہ سے عرض کرتے ہیں کہ قرآن وسنت کے احکام کی معرفت حاصل کرنا، ائمہ اربعہؒ کے مقلد فقہاء کی تخریجات کی معرفت حاصل کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ نیز یہ مقلد فقہاء جس استعداد اور جن اصولوں کی بنیاد پر اپنے امام سے منقول متعارض آراء میں سے کسی ایک کو راجح قرار دیتے ہیں، اسی استعداد اور انہی اصولوں کی مدد سے ائمہ اربعہؒ یا دیگر فقہائے اہلِ سنت کے کسی ایک امام کے قول اور اجتہاد کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اسی استعداد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعبیرات میں سے بھی کسی ایک کو ترجیح دی جاسکتی ہے!

۴ ـــــ یہ صحیح ہے کہ امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل ہند میں عمل بالحدیث کا مسلک بہت شاذ تھا۔ ہند میں حدیث کی اشاعت اور عمل بالحدیث کا قابلِ ذکر دور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی کے بعد شروع ہوا۔ ان دنوں عامل بالحدیث گروہ کا کوئی مسلّمہ نام نہیں تھا۔ وہ امتیاز کے طور پر "اہل حدیث" کہلوا لیتے تھے۔ کیونکہ شروع ہی سے اس قسم کا مسلک رکھنے والوں کو اہلِ حدیث یا اصحاب الحدیث وغیرہ کہا جاتا تھا۔ رہا انگریزوں کو "وہابیوں" یا "اہل حدیث" حضرات کا سرپرست قرار دینا، تو یہ گویا سکھوں اور پھر انگریزوں کے خلاف امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک صدی کی جنگ کو جھٹلانا ہے ـــــ ہند میں شاہ ولی اللہؒ نے عمل بالحدیث کے منہاج کو زیادہ واضح، اور اشاعتِ حدیث نے آسان تر کر دیا تھا ـــــ یہ تدریج وارتقاء کا دور تھا۔ بہت سے عامل بالحدیث حضرات "حنفی مع القول بالترجیح" کہلواتے تھے۔ امام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، علامہ محمد بن اسماعیل صنعانیؒ اور علامہ شوکانیؒ کی کتب کی اشاعتِ عام سے یہ تدریج اپنے اختتام کو پہنچی۔

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کی تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والا طالبِ علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس تحریک میں دونوں قسم کے لوگ شامل تھے۔ یہاں تک کہ اس تحریک کے روحِ رواں شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی تقلیدِ جامد کے سخت خلاف تھے۔ ان کے وہ افکار، جو اس وقت تک منظرِ عام پر آئے ہیں، مسلکِ تقلید کی نفی کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے بعض ایسے مسائل پر، جو احناف اور عامل بالحدیث حضرات کے درمیان

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مایہ امتیاز تھے، کتابیں اور رسائل تحریر کئے۔ جن میں انہوں نے عمل بالحدیث کی تائید کی۔ اور ان نظریات اور مساعی سے عمل بالحدیث کے مسلک کو فروغ ملا[56] خود اس تحریک کے سربراہ امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ نے تصوف وطریقت میں صدیوں سے رائج مقلدانہ اور جامد نظریات اور مشاغل کو یکسر رد کر کے اس کو حرکت کی راہ پر ڈال دیا، گویا سید احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کے ساتھ عمل بالحدیث کے مسلک کی اشاعت ہوئی۔ مولانا ولایت علیؒ، مولانا عنایت علیؒ، صادق پور اور عظیم آباد کے دیگر علماء وروٴساء نے اس تحریکِ آزادی کے لیے جو قربانیاں دی ہیں، انہیں کون فراموش کر سکتا ہے؟ شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ولایت علیؒ سے متاثر ہو کر ہند میں اپنے آپ کو اشاعتِ حدیث کے لیے وقف کر دیا تھا۔ انہوں نے عملاً اگرچہ جہاد بالسیف میں حصّہ نہیں لیا، تاہم اپنے بے شمار شاگردوں کو بغرضِ جہاد سرحد بھجوایا، ان سے خفیہ خط وکتابت کرتے رہے اور ان کو مالی مدد بھی فراہم کرتے رہے۔[57]

سیدؒ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں سرحد سے مولانا ولایت علیؒ کو دکن، مدراس اور بنگال وغیرہ میں تبلیغ وغیرہ کے لیے مامور فرمایا[58] وہ ہندوستان میں رہ کر تحریکِ جہاد کے لیے افرادی قوت اور مالی اعانت فراہم کرتے رہے، سید صاحبؒ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان رابطے کا کام کیا۔ سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد جب اسلامیانِ ہند پر مایوسی کے آثار نمودار ہوئے تو انہوں نے ۱۸۴۶ء (۱۲۶۴ھ) میں سرحد میں آ کر مجاہدین کی قیادت کی۔

تنظیم وتبلیغ کے دوران جب مولانا ولایت علیؒ کو حج کی سعادت نصیب ہوئی تو علامہ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر اور حدیث کی سند لی اور ان کی بعض کتب

۵۶۔ تذکرہ رجال از ایوب قادری، ضمیمہ تواریخ عجیب مولانا جعفر تھانیسری ص ۲۵۳۔ روئیداد مجاہدین ہند۔ محمد خواص خاں۔ مکتبہ رشید لاہور ص ۳۵۰ بحوالہ "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک"

۵۷۔ سرگزشتِ مجاہدین۔ مولانا غلام رسول مہر ص ۱۶۵

۵۸۔ سرگزشتِ مجاہدین ص ۲۱۵، جماعت مجاہدین ص ۵۸ - ۵۹، روئیدادِ مجاہدین ص ۲۵۷

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ساتھ لائے۔[۵۹] بنا بریں سید احمد شہیدؒ کی غیبوبیت" کے مسئلہ میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے علامہ شوکانیؒ کو زیدی قرار دے کر اس غیبوبیت کے ڈانڈے زیدیت سے ملا دیئے۔ حالانکہ زیدی کسی امام غائب کے قائل نہیں [۶۰] مولانا ولایت علیؒ تبلیغ و وعظ میں "بلوغ المرام" کا درس دیا کرتے تھے اور اپنے ملنے والے معتقدین کو "بلوغ المرام" کے مطالعہ کی تلقین کیا کرتے تھے[۶۱]

تاریخ کے اوراق میں یہ بات ثبت ہے کہ سیدؒ صاحب کے حج کے دوران میں سید صاحب کے رفقاء میں مولانا عبدالحئیؒ اور مولانا منصور الرحمنؒ نے (۱۲۳۷ھ) مکہ مکرمہ میں علامہ شوکانیؒ سے ملاقات کی اور علامہ شوکانیؒ نے دونوں کو "اتحاف" ایک ایک نسخہ تحفۃً دیا۔[۶۲] مولانا عبدالحئیؒ عمل بالحدیث کا مسلک رکھتے تھے۔

امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ نے ہند کے مختلف حصوں میں دعوتِ اصلاح اور تحریک جہاد کے لیے جو مختلف داعی مقرر کئے تھے، ان میں نواب صدیق حسن خانؒ کے والدِ ماجد اولاد حسن قنوجیؒ بھی شامل تھے[۶۳] یہ چند ان مشہور لوگوں کے نام ہیں جو اہل حدیث مسلک رکھتے تھے اور جنہوں نے تحریکِ جہاد میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

امیر المؤمنین سید احمدؒ اور شاہ اسماعیلؒ کی شہادت کے بعد، اور ہند میں ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی کی ناکامی اور ہند پر انگریزوں کے مکمل تغلّب کے بعد مسلمانوں پر ہر طرف مایوسی کے بادل چھا گئے۔ مجاہدینِ تحریکِ جہاد کے پس منظر میں کام کرنے والے ہندوستانی علماء کے خلاف، جن میں زیادہ تر تعداد ان علماء کی تھی جو مسلکِ تقلید نہ رکھتے تھے، پروپیگنڈے کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کو بغاوت کے مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ مجاہدین کو روپیہ اور افرادی قوت کی بہم رسانی کے الزامات میں ان کو موت اور کالے پانی کی سزائیں ملیں۔ عظیم آباد کے مشہور خاندان کو بھی کالے پانی کی سزائیں ہوئیں اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں۔ انگریزوں نے ہند کے مسلمانوں کو ان کے اثرات سے بچانے کے لیے ان کو "وہابی" مشہور کر دیا۔[۶۴] اس زمانے میں

۵۹ھ ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ڈاکٹر قیام الدین احمد (مترجم) ص ۱۴۱

۶۰ھ سید احمد شہیدؒ۔ مولانا غلام رسول مہر ص ۱۵

۶۱ھ سرگزشتِ مجاہدین ص ۲۱۶

۶۲ھ سید احمد شہید ص ۲۲۴

۶۳ھ جماعتِ مجاہدین۔ مولانا غلام رسول مہر ص ۵۸، ص ۶۰ ۲۵۵ ۶۴ھ سرگزشتِ مجاہدین ص ۳۸۴

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"وہابی" اور انگریزوں کا "باغی" ہم معنی الفاظ تھے۔ تب ان غیر منظم عامل بالحدیث موحدین کو انگریزوں کے عتاب اور نفرت سے بچانے کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے عدالت میں درخواست دی کہ انہیں "وہابی" نہ کہا جائے۔ کیونکہ وہ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ وہ "اہل حدیث" ہیں۔ اور انہیں "اہل حدیث" کے نام سے یاد کیا جائے۔ غالباً درخواست گزاروں میں بہت سے اہل حدیث علماء کے نام تھے۔

جہاں تک مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کا تعلق ہے، ہم نے اس کا مطالعہ نہیں کیا۔ لہٰذا ہم اس کے مشمولات کے بارے میں تبصرہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ البتہ توضیح کے طور پر ابوالکلام خواجہ صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ:

اوّلاً: اگر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے نسخِ جہاد پر رسالہ لکھا ہے تو اس رسالہ کے مشمولات کو اہل حدیث علماء کی اکثریت نے کبھی قبول نہیں کیا۔ اور تحریکِ جہاد کو باقاعدہ ۱۹۴۷ء کے بعد جہادِ کشمیر تک جاری رکھا۔ بعض علماء نے اس رسالے پر تنقید بھی کی۔ ان کے اس نظریے کو اہل حدیث اور تمام امتِ مسلمہ نے ردّ کر دیا۔ طعنہ دینے کی بات تو تب ہوتی، جب اہل حدیث حضرات نے اس رسالے سے متاثر ہو کر چمرکنڈ اور باغستان سے انگریزوں کے خلاف کاروائیاں بند کر دی ہوتیں یا ہندوستان سے مجاہدین کے لیے چندہ اکٹھا ہونا بند ہو گیا ہوتا۔ خواجہ صاحب نے جس کتاب "طائفہ منصورہ" وغیرہ سے یہ معلومات حاصل کی ہیں، اس کے مصنف کی دیانت کا یہ عالم ہے کہ اس نے مولانا مسعود عالم ندویؒ کی کتاب کے ایک صفحے سے رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے بارے میں مولانا مسعود عالمؒ کا تبصرہ تو اخذ کر لیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اگلے صفحے پر مولانا مسعود عالم ندویؒ مرحوم نے صادق پور کے عزیمت کے پیکر اہل حدیث خاندان کو جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے، اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ وہ خاندان ہے جن کی عزیمت اور جدوجہد نے سرحد میں جماعتِ مجاہدین کے وجود کو برسوں تازہ خون مہیا کئے رکھا۔ پھر اس کے ساتھ ہی مولانا مسعود عالم ندویؒ نے قرونِ اولیٰ کے مسلک اہل حدیث کا ذکر کیا ہے۔ جس کو نظر انداز کر کے ہمارے محقق دوست نے سرے سے مسلک اہل حدیث ہی کا انکار کر دیا ہے۔ اسی قسم کی تحقیق ان کی پوری کتاب کے مضامین کے اندر صاف جھلکتی ہے۔ اپنے مسلک کی تائید کے لیے انہوں نے جن کتبِ حدیث سے ضعیف احادیث اخذ کر کے ان کا ضعف ظاہر کئے بغیر انہیں نقل کیا ہے، وہیں ان کے مسلک کے خلاف صحیح ترین احادیث

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

بھی موجود ہیں۔ بہر حال ہم اپنے عزیز دوست سے عرض کریں گے کہ وہ اہل حدیث، السید احمد شہیدؒ اور جماعتِ مجاہدین کے بارے میں "طائفہ منصورہ" وغیرہ قسم کی کتابوں کے حوالے سے جاننے کی بجائے، اس موضوع پر محققین کی لکھی گئی کتب کا براہِ راست مطالعہ فرمائیں!

امام الہند شاہ ولی اللہؒ نے تحقیق و تعبیر کا دائرہ فقہ حنفی کی حدود سے بڑھا کر ائمہ اربعہؒ کی تعبیرات تک پھیلا دیا تھا۔ اہل حدیث علماء نے اسے مزید وسعت دے کر اسے ائمہ اربعہؒ کی فقہ تک محدود نہیں رکھا۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ حق صرف ائمہ اربعہؒ میں محصور نہیں ہے اسے دوسرے فقہاء کی تعبیرات میں بھی دیکھنا چاہیئے ــــ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قرآن و سنّت کی نصوص کو ائمہ اربعہؒ کی آراء کی میزان پر پیش کرنے کی بجائے قرآن و سنت کی نصوص کو بنیاد بنایا جائے اور ائمہ اربعہؒ کے علاوہ دیگر تمام ائمہ سلف کی تشریحات و توضیحات کی مدد سے قرآن و سنّت کی تعبیر کی جائے۔ ان اصولوں کے اندر رہتے ہوئے کیا ہوا اجتہاد بے لگام نہیں ہو سکتا۔ یہ مشاہدہ ہے کہ ائمہ اربعہؒ کے بعد جتنے مجتہدین گزرے ہیں ان میں بہت کم مجتہدین نے تفرد اختیار کیا ہے۔ جہاں کہیں کوئی مجتہد ہمیں تفرد اختیار کرتا دکھائی دیتا ہے تو درحقیقت قرآن و سنّت کے مضبوط دلائل اس کے ساتھ ہوتے ہیں[۶۵] ورنہ امتِ مسلمہ کا اجتماعی عمل ایسے اجتہاد کو رد کر دیتا ہے۔

۶۵ھ مثلاً امام ابن تیمیہؒ نے ایک ہی وقت میں دی ہوئی تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا ہے۔ بظاہر یہ تفرد نظر آتا ہے۔ مگر قرآن و سنت کے نہایت مضبوط دلائل نیز عصری تقاضے ان کے ساتھ ہیں۔ مسلمان فقہاء اور مسلمان قانون ساز ادارے ان کے اس "تفرد" کو رد کرنے کی بجائے اسے بتدریج اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔ اس کے برعکس امام ابوحنیفہؒ کے چند فتاویٰ میں تفرد ہے، جسے خود ان کے اصحاب اور متبعین نے ترک کر دیا۔ امام داؤدؒ ظاہری اور ابن حزمؒ نے بعض فتاویٰ میں تفرد اختیار کیا، مگر ان پر عمل متروک ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی۔ شکریہ!
(مینجر)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ